© rasailojaraid.com

اختلاط جائز ہے یا ناجائز؟ مفید ہے یا مضر؟ اوپر کی سطروں میں انہیں امور سے بحث کی گئی ہے اور اجمالاً اس حقیقت کو الفاظ کے پردہ پر دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام کی شریعت، اس کی موجودہ سیاسی حالت اور اس کی اقتصادی کمزوری اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اہل اسلام اس خطرناک فتنہ سے غفلت برتیں، آخر میں علمی اور اجتماعی نقطۂ نظر سے بھی اس کے مضر اثرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کیا مشرق، بالخصوص ہندی مسلمانوں کو وقت کے اس نہایت اہم سیاسی اور مذہبی فتنہ کا سدباب نہیں کرنا چاہیے۔ اور کیا ضرورت نہیں ہے کہ سمجھ بوجھ رکھنے والے اور قومی درد رکھنے والے قوم کی اس مہلک آفت پر فوری توجہ کریں۔

استدراک

خوش قسمتی سے یہ مضمون ایسے وقت آیا جب کہ خود ہم کو اس مسئلہ پر اظہار رائے کی ضرورت درپیش تھی۔ ہمارے ایک دوست کا تقاضا تھا کہ "فرنگیات" کی درآمد کا فتنہ بڑھتا جا رہا ہے، اور نکاح کتابیہ کی اجازت کا شرعی مسئلہ اس کے لیے بہانہ بن گیا ہے لہذا اس کے متعلق شرعی احکام کی صحیح تشریح ہونی چاہیے انہوں نے اس پر ایک مفصل استفسار بھی لکھ کر بھیجدیا تھا، مگر اب اس کو شائع کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی، کیونکہ جن امور کی طرف انہوں نے اپنے استفسار میں توجہ دلائی تھی ان سب کو مولوی صدر الدین صاحب نے اپنے مضمون میں بیان کر دیا ہے۔

اس میں کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں کہ یہ ایک بڑا فتنہ ہے ہندوستان اور مصر و شام وغیرہ ممالک میں تو اس کا اثر صرف اسی حد تک رہا کہ اسلامی نظام معاشرت میں گھس کر اس نے تہذیب اسلامی کی بیخ کنی شروع کر دی لیکن ٹرکی میں اس کے سیاسی نتائج بھی نہایت خطرناک ثابت ہوئے ہیں، اور اس کی بدولت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت تباہ ہو چکی ہے۔ اس بنا پر اگر دردمند مسلمانوں کو اس کے سدّ باب کی ضرورت کا احساس ہو تو یہ بالکل جائز ہے لیکن ہمارے نزدیک مصالح کے کسی ایک پہلو پر ضرورت سے زیادہ زور دے کر کسی شرعی مسئلہ میں ترمیم کرنا درست نہیں۔ قرآن مجید جس نے نازل کیا ہے وہ حکیم مطلق ہے اور اس کی نظر تمام مصالح و ضروریات پر غایت درجہ توازن و تناسب کے ساتھ پڑتی ہے۔ اس کے احکام کو سمجھنے اور حالات پر ان کو ٹھیک منطبق کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حتی الامکان نظر کو زیادہ سے زیادہ وسعت دے کر تمام چھوٹی اور بڑی مصالح کا جائزہ لیا جائے اور ہر ایک کو رعایت کا وہی درجہ دیا جائے جو خود شارع نے دیا ہے۔

قرآن مجید کی جس آیت میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں :-

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ (المائدہ : ۱)	آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور ان لوگوں کا کھانا جن کو کتاب دی گئی ہے تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور مومن عورتوں میں سے پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں کی بھی پاک دامن عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے (تمہارے لیے حلال ہیں) بشرطیکہ تم ان کو ان کے مہر ادا کر کے قید نکاح میں لاؤ، نہ یہ کہ

کھلم کھلا بدکاری کرنے والے یا چوری چھپے تعلقات رکھنے والے بنو۔

اختلافات سلف اس آیت کی تفسیر میں سلف کے درمیان بھی بہت کچھ اختلافات ہوئے ہیں اور بعض اختلافات کا منشا وہی شبہات ہیں جو لائق مضمون نگار پیش کر رہے ہیں، لیکن جمہور علما نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر زمانہ میں اس کے حکم کو ظاہر الفاظ اور عموم اطلاق ہی پر باقی رکھا ہے، اس لئے کہ کسی حکم قرآنی کو ظاہر سے پھیرنے اور عام کو خاص کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے، اور یہاں سرے سے کوئی دلیل ہے ہی نہیں۔ منزل قرآن سے بڑھ کر صاحب حکمت متقن تو کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ خود اپنے حکم میں کسی استثنار یا تخصیص کی ضرورت سمجھتا تو وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ کے ساتھ کوئی قید ضرور بڑھاتا۔ اس کی شان تشریع سے یہ امر بہت بعید ہے کہ وہ قانونی احکام کے بیان میں اتنی چست زبان بھی استعمال نہ کر سکے جتنی دنیا کے واضعین قانون استعمال کر لیتے ہیں۔ کس طرح ممکن ہے کہ اس کا مقصد تو اہل کتاب کے کسی خاص گروہ کی عورتوں کو حلال کرنا ہو، اور وہ بیان حکم کے لیے الفاظ ایسے منتخب کرے جو تمام اہل کتاب کے لیے عام ہوں اور جن میں استثنار اور تخصیص کے لیے قطعاً کوئی اشارہ تک نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین اور ائمہ سلف نے عموماً اس آیت کو اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی عام اجازت پر محمول کیا ہے، اور صرف محمول ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس کے مطابق عمل بھی کیا ہے، چنانچہ حضرت عثمان بن عفان نے نائلہ بنت فرافصہ کلبیہ سے نکاح کیا جو نصرانیہ تھی، اور طلحہ بن عبید اللہ نے ایک شامی یہودیہ سے نکاح کیا، اور حذیفہ بن الیمان اور کعب بن مالک اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہم نے بھی کتابیات سے نکاح کیے یا ان کو نکاح کے پیغام دیے۔

ابن عمر کا مسلک اصحابہ میں سے صرف ایک ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنھوں نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مطلقاً ناجائز قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں کو حرام کیا ہے۔ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ (مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں) اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر بھی کوئی شرک ہو سکتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم یا کسی بندۂ خدا کو خدا قرار دیا جائے"۔ اس بنا پر وہ تمام اُن اہل کتاب کی عورتوں کو حرام قرار دیتے ہیں جن کے اعتقاد میں کفر و شرک پایا جاتا ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور وَالْمُحْصَنٰتُ کی تفسیر وَالْمُسْلِمَات سے کرتے ہیں یعنی ان کی رائے میں آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو عورتیں مسلمان ہو جائیں ان کے ساتھ بھی نکاح کرنا تمہارے لیے حلال ہے۔

لیکن اس مسئلہ میں ابن عمر کی رائے درست نہیں ہے جس کے وجوہ مختصراً ہم بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود ہی اہل کتاب کے وہ تمام عقائد بیان فرمائے ہیں جو صریح شرک پر مبنی ہیں، مثلاً ان کا یہ اعتقاد کہ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اور یہ کہ اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ اور وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ۔ یہی نہیں بلکہ اس نے لفظ شرک اور کفر کو بھی ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر اس کے باوجود اس نے کسی جگہ بھی ان کے لیے "مُشرک" کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ تمام قرآن میں جہاں کہیں بھی ان کا ذکر کیا ہے، اہل کتاب یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ قرآن کو اول سے لے کر آخر تک دیکھ جائیے۔ تین گروہ بالکل الگ الگ نظر آئیں گے۔ ایک مشرکین و کفار یعنی وہ لوگ جن کے پاس کوئی آسمانی ہدایت محرف یا غیر محرّف موجود ہی نہیں ہے۔ دوسرے اہل کتاب جو اپنی تمام اعتقادی و عملی گمراہیوں کے باوجود کسی نبی اور کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ تیسرے مومنین جن سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں عام اس سے کہ وہ اسلام میں پیدا ہوئے ہوں یا اہل کتاب کے گروہ . . . . سے اسلام میں آئے ہوں یا مشرکین و کفار کے گروہ سے نکل کر مسلمان ہو گئے ہوں۔ قرآن ان تینوں گروہوں کے درمیان واضح امتیاز برتتا ہے اور کہیں ان کو خلط ملط نہیں کرتا کہ مطلقاً اہل کتاب بول کر مشرک مراد لے، یا مطلقاً مشرک بول کر اہل کتاب مراد لے، یا الّذین اوتوا الکتاب بول کر مسلمان مراد لے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ فرمایا اور دوسری جگہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ، تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ پہلی آیت میں المشرکات سے اہل کتاب کی عورتیں مراد نہیں ہیں بلکہ بت پرستوں اور دوسری غیر کتابی قوموں کی عورتیں مراد ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر یہ معنی نہ لیے جائیں تو قرآن کی دو آیتوں میں صریح تعارض لازم آتا ہے جس کو یہ کہکر دفع نہیں کیا جا سکتا کہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ سے مراد وہ عورتیں ہیں جو یہودیت و نصرانیت چھوڑ کر مسلمان ہو گئی تھیں، یا اُن کتابی فرقوں کی عورتیں ہیں جو شرک و کفر سے پاک تھے، اس لیے کہ۔

اوّلاً اللہ تعالیٰ نے والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب سے پہلے والمحصنٰت من المومنٰت فرمایا ہے اور مومنات سے صرف وہی عورتیں مراد نہیں ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئی ہوں بلکہ وہ سب عورتیں بھی مراد ہیں جو اپنے سابق مذہب چھوڑ کر اسلام میں آئی ہوں۔ پس جب مومنات سے نکاح کو عموماً حلال کر دیا تھا اور ان میں وہ عورتیں بھی آپ سے آپ داخل تھیں جو اسلام سے پہلے نصرانی یا یہودی تھیں، تو پھر خاص طور پر والمسلمات من الذین اوتوا الکتاب کے ذکر کی کونسی ضرورت تھی۔ اس طرح تو یہ فقرہ بالکل بے معنی اور عبث ہو جاتا ہے

ثانیاً اس آیت سے پہلے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے جن کو کتاب دی گئی ہے۔ کیا وہاں بھی اہل کتاب سے مراد وہ مسلمان ہیں جو نصرانیت اور یہودیت چھوڑ کر مسلمان ہوئے ہوں؟ اگر نہیں تو کس بنا پر جائز ہوا کہ ایک ہی آیت کے ایک ٹکڑے میں لفظ اہل کتاب کے ایک معنی لیے جائیں اور دوسرے ٹکڑے میں دوسرے معنی؟

ثالثاً نصاریٰ اور یہود کا کونسا فرقہ ایسا ہے جو شرک یا کفر سے پاک ہو؟ خدا کے بارے میں صحیح اعتقاد ان میں باقی ہی کہاں تھا اور کہاں سے آسکتا تھا؟ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی اصل تعلیمات سے تو وہ محروم ہو چکے تھے پھر صحت اعتقاد کا راستہ ہی کیسے ملتا کہ ان میں کوئی فرقہ راہ راست پر ہوتا؟ پس یہ خیال قطعاً صحیح نہیں کہ والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب سے یہود یا نصاریٰ کا کوئی صحیح العقیدہ گروہ مراد ہے۔ قرآن کی جن آیات سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان میں کچھ صحیح العقیدہ فرقے بھی تھے، ان کا اشارہ در اصل ایسے اہل کتاب کی طرف ہے جو نیک دل اور سلیم الفطرت ہونے کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہدایت کو قبول کر چکے تھے یا عنقریب قبول کرنے والے تھے۔

رابعاً اور بالفرض اگر یہود و نصاریٰ کا کوئی خاص گروہ ایسا ہو بھی تو اللہ تعالیٰ نے الذین اوتوا الکتاب من قبلکم کے ساتھ کوئی قید ایسی نہیں بڑھائی ہے جس سے یہ مستفاد ہوتا ہو کہ یہ حکم صرف اسی گروہ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے اہل کتاب اس سے خارج ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم خواہ مخواہ اہل کتاب کے اعتقادات کی چھان بین میں لگ جائیں اور اپنے قیاس سے ان کی بعض عورتوں کو حلال اور بعض کو حرام قرار دیں؟

جن لوگوں نے حضرت ابن عمر کے قول کی تائید کی ہے وہ آیت وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ لیکن یہ آیت خاص طور پر ان مردوں اور عورتوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف مسلمان ہو کر ہجرت کر آئے ہوں اور جن کے شوہر یا بیویاں دارالحرب میں بحالت کفر رہ گئی ہوں۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ ان کے دارالاسلام میں آتے ہی جاہلیت کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور مہاجر مرد و عورت دونوں نکاح کے لیے آزاد ہو جاتے ہیں۔ یہ معنی تو شان نزول کے لحاظ سے متحقق ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص نفس الفاظ ہی پر حصر کرے تو ہم کہیں گے کہ ایک جگہ لَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ سے ایک عام حکم بیان کیا گیا تھا۔ پھر دوسری جگہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ کہکر یہ بتا دیا گیا کہ کفار میں سے ایک خاص جماعت یعنی اہل کتاب اس لاتمسکوا کی ممانعت عام سے مستثنیٰ ہے۔ اگر آپ یہ نہیں مانتے کہ پہلے حکم عام کو دوسرا حکم خاص کر رہا ہے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ متضاد باتیں کرتا ہے ایک جگہ ایک چیز کی اجازت دیتا ہے اور دوسری جگہ اسی کی ممانعت کر دیتا ہے۔ معاذ اللہ۔

ابن عباس کا مسلک | ابن عمر کے بعد دوسرے صحابی جنہوں نے نکاح کتابیات کی اجازت کو محدود کرنے کی کوشش کی ہے ابن عباس ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف ذمی عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ نصاریٰ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعتقادات

یہود میں جو لوگ سلطنت اسلامی کی رعایا ہوں صرف انہی کی عورتوں سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ خواہ ان کے دین کیسا ہی فاسد ہو۔ رہے اہل حرب (یعنی وہ لوگ جو حدود دار الاسلام سے باہر رہتے ہوں) تو ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے اس گروہ سے جنگ کا حکم دیا ہے: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (التوبۃ) نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ جو لوگ خدا اور رسول کے دشمن ہوں ان سے محبت رکھنا اہل ایمان کا کام نہیں ہے۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (المجادلۃ) دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ازدواجی تعلق کی بنیاد جس چیز پر رکھی ہے وہ مودت اور رحمت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً (الروم: ۲) پس جب نکاح کا تعلق محبت و اخلاص کا مقتضی ہے، اور حربی مشرکین و اہل کتاب سے محبت رکھنا حرام، اور جنگ کرنا مامور بہ ہے، تو لازم آیا کہ ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہ ہو۔ یہ ابن عباس کا استدلال ہے مگر ابن عمر کی طرح ان کی رائے کو بھی جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ متفقہین نے تسلیم نہیں کیا۔ اگرچہ حربیہ سے نکاح کو بالاتفاق سب مکروہ قرار دیتے ہیں، لیکن اس کی حرمت کا کوئی بھی قائل نہ ہوا کیوں کہ والمحصنٰتُ من الذین اوتوا الکتاب کی اجازت حربی اور غیر حربی سب کو شامل ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ نے کوئی قید نہیں رکھی ہے۔ پس جہاں تک قانونی جواز کا تعلق ہے اس کو ٹھیک اسی عموم پر باقی رکھنا چاہیئے جو آیت قرآنی میں پایا جاتا ہے۔ رہا قومی مصالح یا شخصی حالات کے لحاظ سے نکاح کا مناسب نہ ہونا اور اس سے پرہیز کرنا، تو یہ بالکل ایک دوسری چیز ہے۔ ہم جائز کو ناجائز نہیں کر سکتے البتہ یہ حق ہم کو حاصل ہے کہ جو فعل جائز کسی خاص حالت میں یا کسی خاص وجہ سے ہمارے لیے مناسب نہ ہو اس سے ہم پرہیز کریں، کیونکہ جواز کے معنی امر اور لزوم کے نہیں ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جمہور کا مسلک اور ان کے اختلافات ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے کو رد کر دینے کے بعد جو لوگ آیت زیر بحث کے حکم کو عام قرار دیتے ہیں، ان کے درمیان تمام تر اختلاف صرف دو لفظوں کی تفسیر میں ہے، ایک اَلْمُحْصَنَاتُ دوسرے الذین اوتوا الکتاب۔ محصنہ کے معنی ایک گروہ کے نزدیک "پاک دامن عورت" کے ہیں۔ اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ محصنہ وہ عورت ہے جو آزاد ہو، لونڈی نہ ہو۔ پہلے گروہ کے نزدیک اہل کتاب کی صرف ان عورتوں سے نکاح جائز ہے جو عفیفہ ہوں۔ بدکار اور آبرو باختہ اور بے حیا عورتیں اس حکم سے خارج ہیں۔ دوسرے گروہ کی رائے میں کتابیہ لونڈی سے نکاح جائز نہیں خواہ وہ عفیفہ ہی کیوں نہ ہو، اور آزاد کتابیہ سے جائز ہے خواہ وہ بدکار ہی کیوں نہ ہو۔ اہل کتاب کے متعلق اختلاف اس امر میں ہے کہ کون کون سے گروہ ان میں شامل ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ اہل کتاب در حقیقت صرف وہ یہودی اور نصرانی ہیں جو بنی اسرائیل سے ہوں۔ رہیں دوسری قومیں جنہوں نے یہودیت یا نصرانیت قبول کر لی ہے تو وہ اہل کتاب نہیں ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔ دوسری قومیں ان کی دعوت کی مخاطب ہی نہ تھیں۔ حنفیہ اور جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ ہر وہ قوم جو کسی نبی کو مانتی ہو اور کسی کتاب الٰہی پر ایمان رکھتی ہو، اہل کتاب میں شمار کی جائے گی۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی بھی کوئی قید نہیں۔ اگر کوئی گروہ صحف ابراہیم کا ماننے والا یا زبور داؤد پر ایمان رکھنے والا ہوتا تو وہ بھی کتابی گروہ ہوتا۔ سلف میں ایک قلیل جماعت اس طرف بھی گئی ہے کہ جن قوموں کے پاس کوئی ایسی کتاب ہے جس پر آسمانی ہونے کا شبہہ کیا جا سکتا ہے وہ بھی اہل کتاب میں سے ہیں مثلاً مجوسی۔ موجودہ زمانہ کے بعض مجتہدین نے اسی خیال کو وسعت دے کر یہ اجتہاد فرمایا ہے کہ ہندو اور چینی اور بودھ مت والے بھی اہل کتاب ہیں اور ان کی عورتوں سے بھی نکاح جائز ہے، کیونکہ بہرحال ان کے ہاں بھی کوئی نہ کوئی نبی آیا ہوگا۔ اور کوئی نہ کوئی کتاب ان کو دی گئی ہوگی۔

اصح المسالک ان تمام اختلافات میں جو مسلک سب سے زیادہ صحیح ہے وہ یہ ہے کہ اہل کتاب سے مراد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف یہود و نصاریٰ ہیں۔ عام اس سے کہ وہ اسرائیلی ہوں یا غیر اسرائیلی۔ قرآن مجید میں اہل کتاب کا لفظ انہی دونوں گروہوں کے لیے آیا ہے اور ایک جگہ تو تصریح کردی گئی ہے کہ یہی دو گروہ اہل کتاب ہیں وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا (الانعام: ۶) ان دو گروہوں کے علاوہ جن دوسری قوموں کے پاس کتابیں بھیجی گئی تھیں، انہوں نے چونکہ اپنی کتابوں کو بالکل ضائع کر دیا اور ان کے اعتقاد و عمل میں کوئی چیز بھی تعلیمات نبویہ پر باقی نہیں رہی اس لیے ان پر لفظ اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوسیوں کو اہل کتاب قرار نہیں دیا، حالانکہ وہ زردشت کو مانتے ہیں جن پر نبی ہونے کا شبہ کیا جاتا ہے۔ ہجر کے مجوسیوں سے جب معاملہ پیش آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ سنوا بهم سنة اهل الكتاب (ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کرو) یہ نہیں فرمایا کہ وہ اہل کتاب ہیں۔ پھر جو نامۂ مبارک آپ نے مجوس ہجر کو لکھا تھا اس میں صراحت کے ساتھ یہ تحریر فرما دیا تھا کہ۔

فان اسلمتم فلكم ما لنا وعليكم ما علينا ومن ابى فعليه الجزية غير اكل ذبائحهم ولا نكاح نساءهم۔

اگر تم اسلام قبول کرو گے تو تمہارے لیے وہی حقوق ہوں گے جو ہمارے ہیں اور تم پر وہی واجبات ہوں گے جو ہم پر ہیں اور جو انکار کریں گے۔ ان پر جزیہ عائد کیا جائے گا۔ مگر ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے گا نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائیگا۔

اس تصریح کے بعد یہ شبہہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ غیر یہود و نصاریٰ کو بھی اکل ذبائح اور نکاح محصنات کی اغراض کے لیے اہل کتاب میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

رہی اسرائیلیت کی قید، جو امام شافعی نے لگائی ہے تو وہ بھی درست نہیں۔ بلاشبہہ دعوت موسوی و عیسوی کے مخاطب صرف بنی اسرائیل تھے، مگر جن غیر اسرائیلی قوموں نے نصرانیت کو قبول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا انھیں بھی تو خدا اور رسول نے اہل کتاب ہی میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نامۂ مبارک قیصر روم کے نام لکھا تھا اس میں یہ آیت نقل فرمائی تھی کہ یَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ۔

پھر جن لوگوں نے محصنات کا ترجمہ عفیفہ یا حرّہ کیا ہے اور عفت یا حریت کو نکاح کتابیہ کے لیے شرط قرار دیا ہے ان کا مسلک بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ اسمیں شک نہیں کہ احصان کے مفہوم میں عفت و شرافت دونوں داخل ہیں اور محصنہ سے مراد ایسی ہی عورت ہے جو پاک دامن بھی ہو اور شریف و معزز بھی لیکن شارع کا مقصود ان دونوں چیزوں کو نکاح کے لیے شرط قرار دینا نہیں ہے بلکہ محض فضیلت و اولویت کا اظہار مقصود ہے اور شارع دراصل یہ بتانا چاہتا ہے کہ تم نکاح کرنے کو تو ہر مومن اور کتابی عورت سے کر سکتے ہو مگر اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ وہ عورت محصنہ، یعنی شریف اور پاک دامن ہو۔ قرآنی احکام میں اس قسم کی قیود بکثرت لگائی گئی ہیں جو ثبوت حکم کے لیے شرط کی حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ کسی فعل جائز کے افضل پہلو یا کسی فعل ناجائز کے ارذل پہلو کو ظاہر کرنے کے لیے بطور ایک قید زائد کے رکھدی گئی ہیں تاکہ اہل ایمان افضل کے اختیار اور ارذل سے اجتناب کا اہتمام کریں۔ یعینہ یہی مسلک ہے جو اس باب میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا ہے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان نے ایک یہودیہ سے نکاح کیا۔ حضرت عمر کو اطلاع پہنچی تو آپ نے لکھا کہ اسے چھوڑ دو۔ انھوں نے دریافت کیا کہ یہ حکم کس بنا پر ہے؟ کیا کتابیہ سے نکاح کرنا حرام ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ حرام نہیں ہے مگر مجھے خوف ہے کہ کہیں تم لوگ اہل کتاب کی آبرو باختہ عورتوں میں نہ پھنس جاؤ۔

پس تمام مسالک میں جو مسلک ہمارے نزدیک اصح ہے وہ یہ ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کے شرعی جواز کو عام قرار دیا جائے خواہ وہ حربیہ ہوں یا ذمیہ، عفیفہ ہوں یا نہ ہوں، لونڈیاں ہوں یا آزاد۔

مصالح و حِکَم | یہاں تک تو صرف قانون شریعت کا بیان تھا۔ اب ہم اس کے حکمی پہلو کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نکاح کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر | شریعت اسلامیہ میں نکاح کی حیثیت محض ایک عمرانی معاہدہ (Social Contract) ہی کی نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگ آج کل تعبیر کر رہے ہیں، بلکہ اس میں ایک مذہبی تقدس کی شان بھی ہے۔ یہ تقدس ہندوؤں اور عیسائیوں کے نکاح کی طرح (Sacrament) کی حد تک تو نہیں پہونچتا، مگر عبادت کی حد تک ضرور پہنچ جاتا ہے۔ شارع اس سے نہ صرف تمدنی و عمرانی فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے بلکہ دینی و روحانی فوائد بھی چاہتا ہے۔ اس سے اخلاق کی اصلاح مقصود ہے۔ سوسائٹی کی پاکیزگی مقصود ہے۔ ایک خالص اسلامی نظام معاشرت کا بقاء و دوام اور نشو و ارتقا مقصود ہے۔ دنیا میں خدا کا نام لینے والی اور کلمۃ اللہ کو بلند کرنے والی نسلیں پیدا کرنا مقصود ہے اور ان مقاصد میں مددگار ہونے ہی کی وجہ سے اس کو عبادات کے قریب جگہ دی گئی ہے بعض فقہائے اسلام نے تو یہاں تک کہدیا کہ بعض حیثیات سے نکاح کو جہاد پر بھی فضیلت ہے کیونکہ نکاح اور جہاد دونوں وجودِ مسلم اور وجودِ اسلام کے اسباب ہیں، مگر جو کچھ افرادِ مسلمین کی مناکحت سے حاصل ہوتا ہے وہ اس سے بدرجہا زیادہ ہے جو جہاد سے حاصل ہوتا ہے جہاد میں تو زیادہ تر امکان اس کا ہے کہ کفار قتل ہوں گے یا ذمی بن کر حالت کفر ہی میں رہیں گے بخلاف اس کے مناکحاتِ اہل اسلام کا خاص نتیجہ یہ ہے کہ اس سے مسلمانوں کی ایک نسل کے اخلاق محفوظ ہوں گے اور دوسری نسل متبعین اسلام کی وجود میں آئے گی۔

اس باب میں اسلام کے نقطۂ نظر کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ان احادیث پر ایک نگاہ ڈالنی چاہیے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے متعلق مروی ہیں۔ ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ عکاف بن وداعۃ الھلالی سے پوچھا کیا تو بیوی رکھتا ہے؟ انہوں نے کہا، نہیں۔ آپ نے پوچھا لونڈی بھی نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا تو صحیح الجسم اور خوشحال ہے؟ انہوں نے عرض کیا، ہاں۔ آپ نے فرمایا تب تو تو شیطان کے بھائیوں میں سے ہے یا رہبان نصاریٰ میں سے ہے۔ اگر تو ہماری جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہے تو وہی کر جو ہم کرتے ہیں۔ اور ہمارے طریقوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سے ایک نکاح بھی ہے۔ تم میں بدترین لوگ وہ ہیں جو مجرّد رہتے ہیں اور تمہارے مرنے والوں میں بدترین وہ ہیں جو مجرّد مرتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ تنا کحوا تنا سلوا تکثروا فانی مکاثر بکم الامم یوم القیمۃ نکاح کرو، نسلیں بڑھاؤ، اپنی تعداد میں اضافہ کرو کیونکہ میں قیامت کے روز تمام امتوں کے مقابلہ میں تمہاری تعداد زیادہ دیکھنا چاہتا ہوں۔

ایک موقع پر فرمایا اربع من اعطیھن فقد اعطی خیر الدنیا والاخرۃ قلباً شاکراً ولساناً ذاکراً وبدناً علی البلاء صابراً وزوجۃ لاتبغیہ حوباً فی نفسھا ومالہ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط) چار چیزیں ہیں کہ جس کو وہ دی گئیں اسے دنیا اور آخرت کی ساری بھلائی دے دی گئی۔ ایک وہ دل کہ خدا جو کچھ دے اس پر وہ شکر ادا کرے۔ دوسرے وہ زبان جو خدا کا ذکر کرنے والی ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مصیبتوں کے مقابلہ میں ٹھیرنے کی قوت رکھتا ہو۔ چوتھے وہ بیوی جو شوہر کے مال اور اپنی عصمت میں کسی خیانت کی طرف مائل نہ ہو۔

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا من اراد ان یلقی اللہ طاہراً مطہراً فلیتزوج الحرائر (ابن ماجہ) جو کوئی اللہ سے پاک صاف ملنا چاہتا ہو اسے شریف عورتوں سے شادی کرنا چاہیے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے لاتتزوجوا النساء لحسنھن فعسی حسنھن ان یردیھن ولاتتزوجوھن لاموالھن فعسی اموالھن ان تطغیھن ولکن تزوجوھن علی الدین فلامۃ خرقاء سوداء ذات دین افضل (ابن ماجہ) عورتوں سے ان کے حسن کی خاطر شادیاں نہ کرو۔ ممکن ہے کہ ان کا حسن ان کو بگاڑ دے۔ اور تم ان کے مال و دولت کی خاطر بھی شادیاں نہ کرو۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے اموال ان کو سرکش بنا دیں۔ تم کو ان میں جو چیز دیکھنی چاہیے وہ دین ہے۔ اگر ایک سیاہ رو اور نادان لونڈی بھی دیندار ہو تو وہ دوسری عورتوں سے افضل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی قسم کی بہت سی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نکاح کی اہمیت صرف ایک تمدنی ضرورت کو پورا کرنے ہی کے لیے نہیں ہے، بلکہ سب سے بڑا مقصد تحصین نفس اور طہارت اخلاق، اور تہذیب اسلامی کا فروغ، اور خالص مسلمان نسلیں پیدا کرنا ہے اور ان اغراض کے لیے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ مسلمان نکاح کریں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے نکاح ایسی عورتوں سے ہوں جو مسلمان ہوں، دین دار ہوں، شریف اور باعصمت ہوں، کیونکہ ایک صالح اسلامی سوسائٹی ایسے ہی مردوں اور عورتوں کے ازدواج سے وجود میں آسکتی ہے، اور ایک صالح مسلمان نسل ایسی ہی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوسکتی ہے۔

مخلوط شادیوں کی مضرت

دینی نقطۂ نظر سے ہٹ کر خالص عمرانی نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مخلوط شادیوں (Mixed marriages) سے بڑھ کر کوئی چیز نظام معاشرت اور حیات عائلی کو فاسد کرنے والی نہیں ہوسکتی۔ وہ ایسے زوجین جن کے خیالات میں بعد المشرقین ہو اور جنہوں نے دو بالکل مختلف ماحولوں میں مختلف روایات اور مختلف معاشرتوں کے زیر اثر پرورش پائی ہو۔ اپنے باہمی اختلاط سے نہ تو خود اپنی زندگی میں سکون وراحت حاصل کرسکتے ہیں، نہ اپنے گھر کو کسی نظام معاشرت کا صالح رکن بناسکتے ہیں۔ اور نہ کوئی ایسی نسل پیدا کرسکتے ہیں جو کسی نظام تمدن میں ٹھیک ٹھیک نصب ہوسکتی ہو۔ یہ ممکن ہے کہ ان کے درمیان محبت ہو اور آخر تک رہے، مگر ان کی محبت اور رفاقت زیادہ سے زیادہ صرف انہی کی ذات کیلئے لطف ولذت کی موجب ہوسکتی ہے اس سے بڑھ کر اسکا کوئی تمدنی فائدہ نہیں ہے اختلاف مذہب و اختلاف قومیت تو خیر بڑی چیز ہے حیات عائلی کی کامیابی اور نظام تمدن کی بہتری کے لیے تو ایسی شادیاں بھی مفید نہیں ہوتیں جن کے دونوں فریق ایک ہی سوسائٹی کے دو مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہوں۔ اختلاف کا لازمی نتیجہ فساد ہے، اور صلاح کے لیے ضروری ہے کہ زوجین کے درمیان زیادہ سے زیادہ امور میں اتحاد ہو۔ صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ان کا دین ایک ہو، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کا طرز معاشرت ایک ہو، ان کے خیالات اور اصول حیات میں یکسانی ہو، ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاشی اور معاشرتی مرتبہ میں ہموار ہی ہو، اور انہوں نے ایسی خاندانی روایات کے زیر اثر تربیت پائی ہو جو ایک دوسرے سے بہت زیادہ مختلف نہ ہوں۔ یہی چیز ہے جس کو اصطلاح شریعت میں "کفاءت" کہتے ہیں شارع نے مناکحت میں کفو کو جو اہمیت دی ہے وہ اسی لیے ہے کہ زوجین میں زیادہ سے زیادہ مماثلت ہو کیونکہ مماثلت صرف زوجین ہی کے لیے مودت و رحمت کی موجب نہیں ہے بلکہ پوری سوسائٹی کے لیے مفید ہے اور آئندہ نسلوں کی بہتری بھی اسی پر موقوف ہے۔ جن زوجین میں مماثلت نہیں ہوتی ان کی مواصلت محض ایک جسمانی مواصلت ہے جو تمدن و تہذیب کے نقطۂ نظر سے قطعی بانجھ یا قریب قریب بانجھ ہوتی ہے۔

اختلاف مذہب کے نقصانات عدم کفاءت کے نقصانات تو صرف اسی قدر ہیں کہ اس سے زوجین میں مودت و رحمت کم اور نتیجہ خیز اشتراک عمل کم تر ہوتا ہے۔ مگر اختلاف مذہب و قومیت کے نقصانات اس سے بدرجہا زیادہ ہیں۔ اس میں سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ ایک غیر مسلم ماں کی آغوش میں جو اولاد تربیت پاکر اٹھیگی وہ دین و اخلاق کے اعتبار سے اسلامی سوسائٹی کے کسی کام کی نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ ایک مسلمان گھر میں غیر اسلامی طریقے رائج کرے گی اور جن جن گھروں سے اس کے روابط ہوں گے وہ سب کم و بیش اس عضو فاسد کے شر سے متاثر ہوں گے۔ پھر خود شوہر بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہ رہے گا۔ اگر وہ اس کی محبت میں زیادہ گرفتار رہا تو ممکن ہے کہ اپنے دین و ایمان کو بھی ہاتھ سے کھو بیٹھے، اور اگر یہ فساد اس حد تک نہ بھی پہونچا تو اس کا کم سے کم یہ اثر ضرور ہوگا کہ وہ اپنے گھر میں اسلامی اخلاق اور اسلامی تہذیب کے بہت سے ارکان کی بربادی اپنی آنکھوں سے ہوتے دیکھیگا اور اس کو گوارا کرے گا۔ سیاسی حیثیت سے بھی اس قسم کی شادیاں خالی از مضرت نہیں۔ سازش اور جاسوسی اور سلطنت اسلامی کی بیخ کنی کے لیے مسلمان گھر کی کافر ملکہ بہت آسانی کے ساتھ استعمال کیجا سکتی ہے، اور اگر وہ زیادہ ہوشیار ہو تو اپنے شوہر کو بھی ان اغراض کے لیے آلۂ کار بنا سکتی ہے۔ یہ سب وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مضرتیں ہیں جو پہلے بھی ظاہر ہو چکی ہیں اور آج بھی ظاہر ہو رہی ہیں۔ ہندوستان میں ہمارے نظام معاشرت کو مشرکانہ رسوم اور جاہلانہ عادتوں سے کس نے آلودہ کیا؟ انہی عورتوں نے جو مذہب شرک پر قائم رہکر یا برائے نام مسلمان ہو کر مسلمان خاندانوں میں داخل ہوئیں۔ مسلمانوں کی نسلوں کو دین و اخلاق کے اعتبار سے کس نے تباہ کیا؟ انہی ماؤں نے جن کے سینوں سے مسلمانوں کے بچے شرک و جاہلیت کا دودھ پی پی کر بڑے ہوئے اسلامی حکومتوں کو کس چیز نے غارت کیا؟ زیادہ تر ان کافر عورتوں کی محبت نے جو مسلمان امراء کے دلوں پر متصرف ہو گئی تھیں۔ آج اسلامی نظام معاشرت کی بنیادوں کو کونسی چیز کھوکھلا کر رہی ہے؟ ایک بڑی حد تک ان مغربی عورتوں کی حکومت جو ہماری سوسائٹی کے خوشحال اور با اثر طبقوں پر مسلط ہو گئی ہیں۔

اسلامی قانون ازدواج کی شان اعتدال

جب حال یہ ہے تو ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ غیر مسلم عورتوں سے نکاح کرنا بالکلیہ ممنوع ہونا چاہیے تھا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ شارع نے اس چیز کو جائز رکھا؟ اس کا صحیح جواب معلوم کرنے کے لیے ہم کو اس مسئلہ کے دوسرے پہلو پر نگاہ ڈالنی چاہیے کہ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں شارع کا کمال حکمت اور اس کے طریق تشریع کا انتہائی اعتدال و توازن نظر آتا ہے۔

انسان جب کوئی قانون بناتا ہے تو عموماً وہ کسی ایک پہلو کی طرف اس قدر جھک جاتا ہے کہ دوسرے پہلو اس کی رعایت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ کبھی وہ اجتماعی مصالح پر زیادہ زور دیتا ہے اور شخصی مصالح نظر انداز کر دیتا ہے۔ اور کبھی شخصی مصالح کی اتنی رعایت کرتا ہے کہ اجتماعی مصالح باطل ہو جاتے ہیں۔ مگر شارع اسلام کی حکیمانہ شان ایسی ہے کہ وہ ہر مصلحت پر نظر رکھتا ہے اور ہر ایک کی اتنی ہی رعایت کرتا ہے جس کی وہ مستحق ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اجتماعی مصالح اور ایک بڑی حد تک شخصی مصالح کا اقتضاء یہ تھا کہ مسلمانوں کی شادیاں مسلمان عورتوں ہی سے ہوں اور پھر ان میں بھی مماثلت اور اتحاد کو ملحوظ رکھا جائے، چنانچہ اس کے لیے کفاءت کا ضابطہ مقرر کیا گیا:

تخیّروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء۔ اپنے نطفوں کے لیے اچھی قرارگاہیں تلاش کرو اور اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(روی ذٰلک من حدیث عائشہ و انس و عمرؓ من طرق عدیدہ) — کفو والوں میں شادیاں کرو۔

اور صاف طور پر بتا دیا گیا کہ کفاءت میں سب سے پہلی اور سب سے اہم چیز دین ہے :۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (التوبۃ)

مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ (اس لیے کہ) وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خدا و رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم)

اے اہل ایمان اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ (النساء: ۴)

اور تم میں سے جو کوئی پاک دامن مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، وہ ان مومن لڑکیوں میں سے اپنے لیے جوڑا منتخب کرے جو تمہاری مملوک ہیں۔ اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے اور تم سب ایک دوسرے کے ہو۔

تزوجوهن على الدين فلامة خرقاء سوداء ذات دين افضل (الحدیث)

تم ان سے دین کی بنا پر شادیاں کرو کیونکہ ایک بیوقوف سیاہ لونڈی بھی جو دین دار ہو دوسری عورتوں سے افضل ہے۔

دوسری طرف بعض شخصی مصالح اس کی بھی مقتضی تھیں کہ غیر قوموں میں نکاح کرنے کا دروازہ قطعی طور پر بند نہ کر دیا جاتا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کسی غیر مسلم عورت کے عشق میں مبتلا ہو جائے اور حصول مقصود کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دروازہ بالکل بند پاکر حرام کی طرف جھک پڑے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کسی ایسی جگہ رہتا ہو جہاں مسلمان عورت بہم نہ پہنچ سکتی ہو، اور مجرّد رہنے کی وجہ سے اس کے اخلاق بگڑنے اور اس کی خانگی زندگی خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔ ایسے مخصوص حالات کے لیے کسی حد تک رخصت کا دروازہ کھول دینا ضروری تھا۔ چنانچہ شارع نے یہ دروازہ کھولا، مگر اس فتح باب میں شخصی مصالح کی رعایت کے ساتھ یہ بات ملحوظ رکھی کہ اجتماعی مصالح کو کم سے کم نقصان پہنچے۔

مسلمہ اور غیر مسلم کے نکاح کی حرمت سب سے پہلے تو یہ بات طے کر دی گئی کہ غیر مسلموں کے ساتھ شادی کرنے کی رخصت صرف مردوں کو دی جا سکتی ہے، عورتوں کے لیے یہ دروازہ قطعاً مسدود ہے۔

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ؕ نہ مسلمان عورتیں کافر مردوں کے لیے حلال ہیں اور نہ کافر مرد مسلمان عورتوں کے لیے حلال۔ (الممتحنہ ۲۰)

یہ اس لیے کہ عورت کی فطرت ایک انفعالی فطرت ہے۔ اس میں ڈھال لینے سے زیادہ ڈھل جانے کی صلاحیت ہوتی ہے، وہ مرد کے اثرات اپنے ماحول کے اثرات کو زیادہ شدت کے ساتھ قبول کرتی ہے۔ اور عائلی زندگی میں شوہر سے عموماً مغلوب ہی ہو کر رہتی ہے۔ ایک غیر مسلم مرد سے اس کی شادی ہونے میں کم از کم ۹۰ فی صدی خطرہ اسی بات کا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے اسلام اور اس کی تہذیب سے کٹ جائے گی، اور یہ خطرہ تو سو فی صدی ہے کہ اس کے پیٹ سے جو اولاد پیدا ہو گی وہ ملت کفر پر رہے گی پس تمام مصالح و حکم اس بات کے مقتضی تھے کہ مسلمان عورتوں کے لیے غیر مسلموں کی زوجیت قطعی طور پر حرام کر دی جائے۔ اور رخصت کا دروازہ اگر کھولا بھی جائے تو وہ صرف مردوں کے لیے ہو۔

مسلم اور غیر مسلمہ کے نکاح کے قیود پھر مردوں کے لیے بھی یہ رخصت عام نہیں ہے۔ غیر مسلموں کو ازدواجی اغراض کے لیے دو طبقوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک وہ طبقہ جو اسلام اور اس کی تہذیب سے بُعدِ بعید رکھتا ہے، جس کے عقائد اور اصول حیات اور قوانین اخلاق و معاشرت کسی جہت میں بھی مسلمانوں سے نہیں ملتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرا وہ طبقہ جو تمام غیر مسلموں میں اسلام سے اقرب ہے، نبوت اور وحی کو کسی نہ کسی حد تک مانتا ہے، خدا اور یوم آخر کے اعتقاد میں بھی کسی حد تک اسلام سے قریب ہے، اصول اخلاق اور قوانین معاشرت میں بھی بہت سی ایسی چیزیں ابھی تک اس کے پاس محفوظ ہیں جو منبع نبوت سے نکلی ہوئی ہیں۔ ان دونوں طبقوں میں سے پہلے طبقہ کے ساتھ تو شادی بیاہ کرنا مسلمانوں کے لیے قطعی ممنوع کر دیا گیا۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ (البقرہ ۲۷)

اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ ایک مومن لونڈی ایک مشرکہ سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو کتنی ہی پسند ہو اور تم اپنی عورتوں کی شادیاں بھی مشرک مردوں سے نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ ایک مومن غلام ایک مشرک سے بہتر ہے خواہ وہ تمہیں کتنا ہی پسند ہو۔ وہ آگ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور خدا اپنے اذن سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔

نکاح کتابیہ کی اجازت

رہا دوسرا طبقہ تو اس کی عورتوں سے شادیاں کرنے کی اجازت دے دی گئی، مگر اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کہ یہ محض ایک رخصت ہے اور اس لیے عطا کی گئی ہے کہ تم حرام کاری میں مبتلا نہ ہو۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ (المائدہ : ۱)

اور حلال ہیں تمہارے لیے ان لوگوں کی عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے، بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے قید نکاح میں لاؤ اور علانیہ یا چوری چھپے زنا کاری نہ کرو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نکاح کتابیہ کی کراہیت | جو لوگ شریعت اسلام کی روح سے اچھی طرح واقف تھے انہوں نے اس اجازت کو ہمیشہ رخصت ہی کے قبیل سے سمجھا اور اس کو پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں کتابیات سے شادی کرنے کا عام رواج ہو۔ شریعت کے سب سے بڑے راز داں اپنے عہد میں حضرت عمرؓ تھے۔ انہوں نے حضرت حذیفہؓ کو جو کچھ لکھا تھا وہ شریعت کی اسپرٹ پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔ زمانہ اسلام کے غلبہ کا تھا۔ مسلمان ارض شام میں فاتح اور حکمراں کی حیثیت سے تھے۔ معاملہ ایک ایسے جلیل القدر مسلمان کا تھا جس نے براہ راست شمع نبوت سے نور ایمان کا اکتساب کیا تھا۔ اسلامی اخلاق اور اسلامی تہذیب میں اس سے بڑھ کر اور کون پختہ ہو سکتا تھا۔ مگر باوجود اس کے حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ کو ایک کتابیہ کے ساتھ ازدواجی تعلق رکھنے سے منع کیا۔ پھر یہ نہیں فرمایا کہ کتابیہ سے شادی کرنا حرام ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اس سے مسلمان گھروں میں اہل کتاب کی بد اخلاق عورتوں کے گھس آنے کا اندیشہ ہے، لہٰذا اس اجازت سے فائدہ نہ اٹھانا ہی بہتر ہے۔

غور کیجیے کہ جب غلبہ کی حالت میں نکاح کتابیہ کے متعلق اسلام کا یہ طرز عمل ہے تو ایسی حالت میں کیا طرز عمل ہونا چاہیے جبکہ ایک مسلمان کفار سے مغلوب ہو اور ان کی سوسائٹی میں گھرا ہوا ہو۔ اس وقت تو نکاح کتابیہ کی کراہت اور زیادہ بڑھ جانی چاہیے، کیونکہ دارالکفر میں اس کی مضرتیں کئی گنی زیادہ ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اسلام نے عموماً نکاح کتابیہ کو مکروہ، اور خصوصاً دارالکفر میں نہایت مکروہ قرار دیا ہے۔ شمس الائمہ سرخسیؒ اپنی کتاب المبسوط میں لکھتے ہیں:۔

یجوز للمسلم ان یتزوج کتابیۃ فی دار الحرب	مسلمان کے لیے دارالحرب میں کتابیہ سے شادی کرنا جائز
ولکنہ یکرہ لانہ اذا تزوجہا ثمۃ	تو ہے مگر مکروہ ہے کیونکہ اگر وہ وہاں شادی کریگا تو
ربما یختار المقام فیہم۔۔ واذا ولدت	ممکن ہے کہ کفار ہی کے ملک میں رہ پڑے۔۔۔۔۔ اور
تخلق الولد باخلاق الکفار و فیہ بعض	جب کتابیہ کے پیٹ سے اولاد پیدا ہو تو وہ کفار کے اخلاق
الفتنۃ فیکرہ لھذا۔۔۔۔۔۔ ومثل	پر اٹھے۔ اس میں اور بھی فتنے ہیں اس لیے یہ مکروہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علی رضی اللہ عنہ عن مناکحة اهل الحرب من اهل الکتب فکره ذالک (ج ۵ ص ۵)

... حضرت علی رضی اللہ سے حربی عورتوں کے ساتھ نکاح کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کو مکروہ فرمایا

امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"ذمیہ اور حربیہ دونوں سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ نکاح کرنیوالا ایسی جگہ نہ ہو جہاں اس کی اولاد کے کفر پر مجبور ہونے کا خوف ہو۔ (جزو سادس۔ ص ۶۱)

ہدایہ میں ہے :-

ویجوز تزویج الکتابیات والاولیٰ ان لا یفعل ولا یاکل ذبیحتهم الا للضرورة وتکره الکتابیة الحربیة اجماعا لانفتاح باب الفتنة من امکان التعلق المستدعی للمقام معها فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اهل الکفر۔ (کتاب النکاح)۔

کتابیات سے نکاح کرنا جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ نہ کیا جائے اور نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے الا یہ کہ ضرورت آپڑے۔ اور حربی کتابیہ سے نکاح کرنا بالاجماع مکروہ ہے۔ کیونکہ اس سے فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ مثلاً یہ کہ عورت سے ایسا گہرا تعلق ہو جائے کہ مسلمان شوہر اسی کے ساتھ کافروں کے ملک میں رہ پڑے۔ اور یہ کہ اس کی اولاد اہل کفر کے اخلاق سے متخلق ہو جائے۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نکاح کتابیہ کو ناجائز اور باطل ٹھیرانا درست نہیں ہے۔

البتہ قانون اسلامی کی اسپرٹ اور ائمۂ اسلام کے اجماع سے اس کا مکروہ ہونا اور خصوصاً دار الکفر میں اور غلبۂ کفار کی حالت میں نہایت درجہ مکروہ و مبغوض ہونا ثابت ہے۔ اس کے ساتھ حضرت عمرؓ کے فعل سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ نہ صرف نکاح کتابیہ کے معاملہ میں بلکہ شریعت کی تمام رخصتوں کے معاملہ میں جن سے ناجائز فائدہ اٹھانیکا میلان پایا جاتا ہو مسلمانوں کے اولی الامر کو امتناعی احکام جاری کرنے کا حق ہے اور اس قسم کے امتناعی احکام جائز کو ناجائز اور حلال کو حرام کیے بغیر نافذ کیے جاسکتے ہیں مگر ایسے احکام جاری کرنے والوں میں اتنا تفقہ ہونا چاہیے کہ وہ قانون شریعت کی شان اعتدال کو ضایع نہ کریں

© rasailojaraid.com